ابتدائی مسیحیت اور دستاویزاتِ بحیرۂ مردار

*ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری

The discovery of the Dead Sea Scrolls (DSS), in 1947, has direct bearing upon the emergence of Christianity and the New Testament. The icons mentioned in the DSS highlight some sacred personalities like Jesus Christ, John the Baptist and James. This article intends to mark the similarities and differences between the two. The two personalities tend to resemble with each other but absence of direct mentioning of the names of Jesus or John refrain us from declaring these two documents compatible to each other. This article intends to present the resemblances and differences of the teachings of early christanity with the Dead Sea Scrolls' texts.

ارض فلسطین کی اہمیت کا بیان بائبل اور قرآن دونوں مقدس الہامی کتب میں بڑی صراحت سے ہوا ہے۔ یہود کی یہ سرزمین یہودیت اور مسیحیت کا گہوارہ ہے اور دستاویزاتِ بحیرۂ مردار (Dead Sea Scrolls) (1) بھی یہیں ضبطِ تحریر میں لائی گئی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اسی مقدس سرزمین میں پیدا ہوئے اور اپنی زندگی کا تمام حصہ یہیں پر بسر کیا۔ دورِ جدید میں مسیحیت کے بانی حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق بہت سی متضاد آرا منظرِ عام پر آتی رہی ہیں۔ بعض مسیحی اہلِ علم انھیں ایک عام فرد کے طور پر پیش کرتے ہیں، جبکہ بعض انھیں مجدّد و مُصلح۔ متعدد علما انھیں الوہیت کے درجے پہ فائز کرتے ہیں۔ جدیدیت سے متاثر کچھ افراد حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت کو محض ایک اختراعی داستان تصور کرتے ہیں اور اُن کی شخصیت کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں۔ اِن متضاد نظریات کے باوجود ایک نکتہ پر سب متفق ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہودی النسل تھے۔ آپؑ یہودی مذہب میں در آنے والی خرافات اور تحریفات کو ختم کرنے آئے تھے۔

---

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

مسیحیت کے مآخذ کی تعیین ہمیشہ سے تاریخ اور مذہب کے علما کے لیے ایک معمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ مسیحیت کی ابتدا کے متعلق عموماً دو آرا کو سب سے زیادہ قبول عام حاصل ہے۔ پہلی یہ کہ مسیحیت کا آغاز فلسطین میں رائج معیاری یہودیت (Normative Judaism) سے مأخوذ اور اسی کی اصلاح شدہ شکل ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ مسیحیت کے آغاز وارتقا میں مصر کے ساحلی شہر اسکندریہ میں آباد یونانی ورومی بت پرستانہ (Paganist) اور لاادریت (Agnosticism) سے مغلوب نظریات پر مبنی عقائد ہی سب سے اہم اور مرکزی عوامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بیسویں صدی کے وسط میں دریافت ہونے والی دستاویزاتِ بحیرۂ مردار نے مسیحیت کی ابتدا اور بائبل سے متعلق علوم کے لیے ایک نئی جہت کا اضافہ کیا ہے۔ مقالہ ہذا میں انھی دستاویزات کی روشنی میں مسیحیت کے آغاز وارتقا اور مسیحی عقائد میں تنوع پر گفتگو کی جائے گی۔

دستاویزاتِ بحیرۂ مردار کی دریافت نے مسیحیت کی ابتدا سے متعلق معمے کے حل میں کچھ نئی جہات کا اضافہ کیا ہے۔ مسیحیت کی ابتدا سے متصل قبل اور اس کے ارتقائی دور کے دوران میں لکھی جانے والی یہ دستاویزات اُس دور کے مذہبی، علمی، سماجی اور سیاسی ماحول کی عکاسی کرتی ہیں۔ جس علاقے سے یہ دستاویزات دریافت ہوئی ہیں اسے قمران کہا جاتا ہے۔ اسی نسبت سے اِن دستاویزات کو قمران کی لائبریری بھی کہہ سکتے ہیں۔ قمران میں آباد اس گروہ کی سب سے مرکزی شخصیت Teacher of Righteousness (معلم رُشد وہدایت) تھی۔ چند اہل علم نے حضرت مسیح علیہ السلام اور معلم رشد وہدایت کے درمیان مماثلت کا ذکر کیا ہے۔ تاہم ان دستاویزات میں اُس دور کی اہم ترین شخصیات مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام یا حضرت یحییٰ علیہ السلام کے براہِ راست تذکرے کی عدم موجودگی کی وجہ سے ان دستاویزات کے حوالے سے مسیحیت کے مآخذ کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنا ممکن نہیں ہے۔ دستاویزات میں شامل ایک مخصوص فرقے کی تحریریں کئی مقامات پر مسیح علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی شخصیت اور اُن کی بیان کردہ تفصیلات سے ہم آہنگ بھی نظر آتی ہیں۔

دستاویزاتِ بحیرۂ مردار حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے دواڑھائی سو سال قبل لکھی گئی تھیں۔ لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام کا براہِ راست تذکرہ ممکن نہیں۔ البتہ اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ اسینی معاشرے میں رائج بعض نظریات مثلاً معلم رشد وہدایت کا مقام ومرتبہ، اشتراکی معاشرہ، مشترک کھانا، عورتوں سے نارغبتی، تمام مادی اسباب کو بیچ کر محض اپنے مقصد کی جستجو میں یکسوئی وغیرہ براہِ راست حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اختیار کی گئی تھیں۔ ممکن ہے کہ اسینیوں کی

معتد بہ تعداد حضرت مسیح پر ایمان لے آئی تھی یا اُن کی تعلیمات سے بہت متاثر تھی۔ ۶۸ء میں رومی سپہ سالار ٹائٹس کی مہم جوئی کے نتیجے میں اسینی معاشرہ اس علاقے کو چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد تاریخ خاموش ہے کہ یہ لوگ کہاں آباد ہوئے۔

ان دونوں شخصیات میں کیا اقدار مشترک ہیں؟ کیا اس گروہ کا مسیحیت کی ابتدا اور ارتقائی مراحل میں کوئی کردار ہے؟ کیا اسینیوں ہی نے مسیحیت کا مذہب قبول کرلیا تھا؟ کیا اِن دستاویزات کے ذریعے عہد نامہ جدید کو سمجھنے میں مدد یا سہولت مل سکتی ہے؟ ان سوالوں کا جواب حاصل کرنے کے لیے اسینی اور مسیحی تحریک کے ابتدائی مراحل کا باہم موازنہ کرنے کے ذریعے ہی کسی نتیجے تک پہنچنا ممکن ہے۔

الف: اہلِ قمران کا قمران سے فرار اور مسیحیت پر اثرات

رومی سپہ سالار ٹائٹس (Titus) نے 70ء میں یروشلم کو تاخت و تاراج کر دیا تھا۔ اس کے فوراً بعد یروشلم سے متصل یہودی آبادیوں کے خلاف بھی چڑھائی کی (2)۔ ٹائٹس کے حملے سے بچنے کے لیے اہل قمران نے قمران سے راہِ فرار اختیار کیا۔ چند اہلِ علم کا موقف ہے کہ مسیحیت کے آغاز و ارتقا کے عمل میں انھی مفرور قمرانیوں کے عقائد و تعلیمات کا کلیدی کردار ہے۔ ایف ایف بروس لکھتے ہیں:

> Their beliefs and expectations would inevitably undergo considerable modification by reason of the events of A.D. 70, but they would not be changed beyond recognition. And there is some evidence that certain beliefs and practices akin to those maintained at Qumran reappeared in other communities, possibly under the influence of men of Qumran who escaped the destruction. (3)

ٹائٹس کے حملے کے نتیجے میں قمرانیوں کی سماجی اور مذہبی تعلیمات میں کچھ تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں۔ اس گروہ کا موقف تھا کہ انھیں دشمن پہ فتح نصیب ہوگی۔ تاہم ٹائٹس کے کامیاب حملے کے نتیجے میں ان کے بعض عقائد میں خاطر خواہ تبدیلیاں بھی واقع ہوئیں۔ اس کے باوجود یہ گروہ اپنے مضبوط عقائد اور اپنی تعلیمات کی سخت پیروی کرنے کی وجہ سے بہت مؤثر فرقہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اِن کے عقائد و تعلیمات کی جھلک متعدد دوسرے گروہوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر Mandeans اور Ebionites جیسے مذہبی گروہ غالباً قمرانی اثرات سے بہت متاثر ہوئے۔(4)

تاریخی حوالوں سے بھی پتا چلتا ہے کہ جب ٹائٹس نے یروشلم کا محاصرہ کیا تو مسیح علیہ السلام کے

شاگردوں میں سے چند افراد دریائے اُردن کے مشرق میں Pella شہر میں آباد ہو گئے تھے۔ بعد ازاں چند یہودی گروہ بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے ہوں گے۔(5) ان میں قمرانیوں کی شمولیت بعید از قیاس نہیں۔ اپنے مضبوط ایمان اور سخت مذہبی روایات کی پیروی کی بدولت یہ ناممکن ہے کہ انھوں نے اس نئے علاقے اور یہاں پہنچنے والے نئے عقائد پر اپنے اثرات مرتب نہ کیے ہوں۔

ب: قمرانیوں اور مسیحیوں کے مشترک نظریات و تعلیمات

عہد نامہ جدید میں اُس وقت کے معروف یہودی فرقوں یعنی فریسیوں اور صدوقیوں کا ذکر بصراحت موجود ہے تاہم اسینی فرقے کا قطعاً کوئی تذکرہ موجود نہیں۔ پہلی صدی عیسوی کے مؤرخین جوزیفس، فیلو اور پلائنی نے اہل یہود کے تین فرقوں کا تفصیلی ذکر اپنی کتب تاریخ میں کیا ہے۔ گویا اسینی فرقہ اُس وقت موجود تو تھا تاہم عہد جدید کے مصنفوں نے اِن کا تذکرہ نہیں کیا۔ یہ تساہل نہیں ہو سکتا بلکہ ان کا ذکر نہ ہونا معنی خیز ہے۔ غالب امکان ہے کہ اہل قمران ہی دراصل اسینی کہلائے گئے تھے۔ دستاویزاتِ بحیرۂ مردار کی دریافت کے بعد Dupont-Sommer پہلا مسیحی عالم ہے جس نے ۱۹۵۰ء میں یہ رائے دی کہ قمران میں آباد یہ گروہ دراصل پہلی صدی ق م کا یہودی فرقہ اسینی (Essenes) ہے۔ اور یہی اسینی ہی مسیحیت کے نقیب ہیں (6)۔ دستاویزاتِ بحیرۂ مردار کے قریباً ایک ہزار مخطوطوں میں سے کسی ایک مقام پہ بھی اس گروہ نے اپنے لیے اسینی کی اصطلاح ذکر نہیں کی ہے۔ اسینی اپنے علاوہ دوسرے یہودی فرقوں کو منحرف فرقے تصور کرتے تھے۔ عہد نامہ جدید میں بھی ان فرقوں کو گمراہ اور ملعون قرار دیا گیا ہے۔ (7)

دستاویزاتِ بحیرہ مردار حضرت مسیح علیہ السلام کے ہم عصر دور میں لکھی گئی تھی۔ یہی حقیقت اِن دستاویزات کی اہمیت کو دوچند کر دیتی ہے۔ مستزاد برآں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات اور دستاویزات میں مندرج تعلیمات متعدد نکات میں بہت یکسانیت بھی موجود ہے۔ ان حقائق کے باوصف مسیحیت کے آغاز و ارتقا کے حوالے سے کئی نئے پہلو آشکار ہوتے ہیں۔ مسیحیت کے آغاز کے حوالے سے تاریخ کے ماہرین تین نکات کو بہت اہمیت دیتے ہیں:

۱۔ یہودی سانچہ، جس میں مسیحیت پروان چڑھی۔

۲۔ ابتدائی مسیحیت کا عظیم کلیسیا میں قلب ماہیت۔

۳۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی شخصیت۔

ا۔ مسیحیت کا گہوارہ--- یہودی سانچہ

مسیحیت دراصل یہودیت ہی کی توسیع ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام یہودی النسل تھے۔ آپؑ نے اپنے خطبات میں متعدد مقامات پر یہ باور کرایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہی کی پیروی کرنے کے لیے آئے ہیں(8)۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لیے آیا ہوں(9) مزید برآں آپؑ نے اپنے حواریوں کو یہ تلقین بھی کی کہ اپنی دعوت کو بنی اسرائیل کے بارہ قبائل تک ہی محدود رکھو(10)۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے ہم عصر یہودی دور بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تالمودی دور (قریباً ۲۰۰ء) سے ماقبل یہودیت ایک مختلف شکل میں رائج تھی۔ بائبل کی کتب کی تعداد کا بھی اُس وقت تک تعین نہ ہوسکا تھا۔ ان دستاویزات میں دستیاب عہد نامہ قدیم کی مختلف النوع کتب کی موجودگی بھی اس نظریے کی تصدیق کرتی ہے۔ ٹائٹس رومی کے حملے سے قبل یہودیت میں رومی عقائد ونظریات بہت قلیل تھے۔ لیکن ربانی یہودیت (یعنی تالمود کے ضبطِ تحریر میں لائے جانے کے بعد کے ادوار میں تشکیل پانے والی یہودیت، قریباً ۲۰۰ء ومابعد) میں رومی تصورات واضح اور نمایاں طور پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

> To quote one obvious example, the term *musterion* has constantly in the past been taken to indicate Hellenistic, i.e., specially extra-Palestinian influences. it now appears in Hebrew dress, used very frequently by this sect.(11)

گویا اِن دستاویزات کی مدد سے پہلی صدی مسیحی میں رائج یہودیت کے بہت سے مخفی گوشے منظرِ عام پہ آئے ہیں۔

۲: مسیحیت کا آغاز اور دستاویزاتِ بحیرہ مردار

دستاویزات کے حامل اسینی یہود کی بعض رسوم مسیحیت میں رائج رسوم کے مماثل ہیں۔ پہلی مماثل رسم اسینی اور مسیحی فرقے میں شمولیت کا طریق کار اور دوسری مشترک رسم اسینیوں اور مسیحیوں کا اجتماعی مقدس کھانا۔ اسینی گروہ میں شمولیت کے لیے ایک بنیادی شرط یہ تھی کہ اس فرد کو اسینیوں کے راہنما کو اپنے نظریات اور کردار کے ذریعے مطمئن کرنا ہوتا تھا۔ اسینیوں کے اس راہنما کو اِن دستاویزات میں مبکّر (mebaqqar) کہا گیا ہے۔ یہ رسم بعینہ مسیحیت میں بھی رائج ہے۔ مسیحی راہنما کو بشپ کہتے ہیں۔ مبکر کی طرح بشپ کے اطمینان اور اجازت کے بعد اسے صفائی اور پاکیزگی کے حصول کے لیے چند مراحل طے کرنے پڑتے تھے۔(12) چند تبدیلیوں کے ساتھ قریباً یہی رسم مسیحیت میں داخل ہونے کے لیے لازمی شرط کے طور پر رائج ہے جسے بپتسمہ یا اصطباغ کی رسم کہتے ہیں۔

اسی طرح اسینیوں کا مشترک کھانا اور اس کا تقدس مسیحیوں میں رائج عشائے ربانی کی یاد دلاتا ہے۔

Same is the case with the parallel drawn between the Eucharist and the sacred meal of the sect. As can be observed, participation in a sacred meal was the final term for the admission into the Qumran sect, as was participation in the Eucharist was the final stage of initiation into the Christian community. Moreover the meals described in the Dead Sea Scrolls do seem to offer formally perhaps the nearest parallel we have to the Eucharist. The elements which are common to the meals of the sect and the Eucharist are: (i) the elements of the bread and wine; (ii) the Prayers of Thanksgiving; and (iii) the arm stretched forth in benediction. Obviously the meals of the Eucharist were the churches and there was a considerable resemblance between the Eucharist and the common meal.(13)

۳۔ ابتدائی مسیحیت اور عظیم کلیسیا

حضرت مسیح علیہ السلام کی سادہ اور الفت انگیز تعلیمات جلد ہی فلسفیانہ موشگافیوں کے بوجھ تلے دفن ہوگئیں۔ مسیحیت کے قالب میں اس تبدیلی میں متعدد عوامل کارفرما رہے ہیں۔ بازنطینی شہنشاہ قسطنطین کے مشرف بہ مسیحیت ہونے سے قبل تک (چوتھی صدی مسیحی کا نصف اول) مسیحیت کے پیروکار بے یارومددگار حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کا پرچار کرتے رہے۔ اس غریب الوطنی کے دور میں کسی ایک مرکزی جمعیت اور کلیسیا کی بنیاد رکھنا ناممکن تھا۔ شاہ قسطنطین کے مسیحیت کو قبول کرنے کے نتیجے میں اس مذہب کو ایک نئی قوت اور تحریک حاصل ہوگئی تھی۔ دستاویزات بحیرہ مردار کے منظر عام پر آنے کے بعد کچھ اہل علم کا مؤقف یہ تھا کہ اسینی قمرانی گروہ کی بعض رسوم اور عبادتی سرگرمیاں بعینہ وہی ہیں جنھیں کلیسیا نے بعد ازاں مقدس فرائض کے طور پر اپنا لیا ہے۔ مثال کے طور پر کلیسیا کی تنظیم اور اسینیوں کا مضبوط نظم، بپتسمہ اور نظافت کے دیگر اصول، اور معلم رشد وہدایت کی مرکزی حیثیت۔(14)

ان مماثلتوں کے باوجود کلیسیا کی ساخت، تنظیم اور اس کے وظائف کا اسینیوں سے متاثر ہونا ممکن الامر ہے۔ تاہم پورے وثوق سے کہنا ناممکن ہے۔ شاہی سرپرستی میں قائم کلیسیا میں متعدد دیگر عوامل کارفرما ہیں۔ مسیحیت کے شاہی سرپرستی میں آجانے کے نتیجے میں اس کے عقائد ونظریات میں چند تبدیلیوں کا در آنا ایک لازمی امر تھا۔ ان تین صدیوں میں اسینیوں کا وجود معدوم ہوچکا تھا یا وہ مسیحی دھارے میں ضم ہوچکے

تھے۔ لہٰذا بطور ایک یہودی الاصل مذہبی فرقے کے طور پر مسیحی کلیسیا کی تنظیم و ترتیب میں ان کے اثرات کے بارے میں حتمی رائے دینا محال ہے۔ ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں نئی تحقیقات کے نتیجے میں اس ضمن میں کوئی حتمی رائے پیش کی جا سکے گی۔

۳۔ دونوں فرقوں کی مکاشفاتی (Apocalyptic) روایات(15)

یہودیت کی جدید شکل پہلی صدی کے مشہور یہودی فرقے فریسیوں ہی کا تسلسل ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے خطبات میں فریسیوں کے غلط عقائد اور روایات کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے بقول فریسی یہودیت اصلی یہودیت نہ تھی۔ اور نہ ہی صدوقی یہودیت اُن مذہبی عقائد و رسومات کی امین تھی جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا شرعی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ان کی تعلیمات میں جوہری تبدیلیاں لائی گئیں۔ مسیحیت کسی ایک فرقے سے ماٴخوذ نہ تھی۔ مسیحیت کی پرداخت میں سب سے اہم کردار اُن فرقوں کا ہے جن کے مرکزی عقائد میں مکاشفاتی نظریات اور قیامت سے ماقبل کے واقعات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی مستعمل اصطلاحات میں یہودی مکاشفاتی ادب کی جھلک واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ یہودی مکاشفاتی ادب میں سب سے نمایاں ادب اسینیوں کا ہے۔ قمران سے دستیاب ان دستاویزات میں مکاشفاتی ادب کا خاطر خواہ ذخیرہ بھی دستیاب ہوا ہے۔ مثلاً کتابِ انوخ، کتاب باروخ وغیرہ۔ ایف۔ ایم۔ کراس کے بقول یہ مماثلت محض اتفاق نہیں ہے کہ مروجہ یہودی مکاشفاتی ادب سے اعتنا نہیں برتا گیا۔ تاہم مسیحی مقدس کتب میں مکاشفاتی ادب کو بہت اہمیت کا حامل سمجھا گیا ہے۔

> It is not merely by chance that so much of the surviving literature of apocalyptic affinities was suppresses in normative Jewish circles and survived almost solely in a Christian milieu. And it is most significant that the literary genres featured in the "Qumran" apocalyptic remained living literary forms in the Jewish-Christian community whereas at the same time they were dying in Judaism at large. The direct use of Essen or proto-Essene materials in Christian composition, and, indeed, the publication of Christian compilations of Essene or proto-Essene sources can now be documented impressively. (16)

مذکورہ بالا مماثلت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ مشترک مکاشفاتی ادب کے بغور مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسینیوں کی مقدس تحریروں اور مسیحی نظریات میں کوئی ربط ضرور موجود ہے۔

۴۔ مشترک الٰہیاتی اصطلاحیں

دستاویزاتِ بحیرۂ مردار میں موجود اسینی فرقے کی اپنے عقائد سے متعلق تحریروں میں متعدد اصطلاحیں استعمال ہوئی ہیں جو اناجیلِ اربعہ میں موجود ہیں، خصوصاً انجیل یوحنا میں۔ ایف۔ایم۔کراس لکھتے ہیں:

More important are the repeatedly contrasted themes which sound a kind of counterpoint in both Johannine and Essene literature: light and darkness, truth and error or lying, spirit and flesh, love and hate, death and life. As in the scrolls, religious "knowledge" has a special flavour and wide usage in John; however, "knowledge" as a revealed, especially eschatological knowledge, which belongs properly to the community of the saved, its most striking usage in the Essene literature, has its best parallels in Paul and Mathew. In both John and the scrolls juridical language is common, and in both may be found a tendency to treat the inner teaching or sacraments of the community as esoteric. (17)

عہد نامہ جدید میں استعمال ہونے والی چند اصطلاحیں اُسی مفہوم میں دستاویزاتِ بحیرۂ مردار میں بھی موجود ہیں۔خصوصاً انجیلِ یوحنا میں مستعمل اصطلاحیں مثلاً نور وظلمات، صدق وکذب، روح وبدن، محبت و نفرت، موت وحیات وغیرہ قریباً ہم معنی مفہوم میں دونوں اصنافِ مقدس ادب میں پوری صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان دونوں گروہوں کے ایک دوسرے پر اثرات تھے یا دونوں کے مآخذ میں کوئی ایک مأخذ مشترک تھا۔

۵۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شخصیت اور قمران

قمرانی گروہ اور مسیحیت میں سب سے واضح اور اہم قدر مشترک حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شخصیت اور کردار ہے۔انجیل لوقا میں درج ہے کہ:

اور وہ لڑکا [یوحنا یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام] بڑھتا اور روح میں قوت پاتا گیا اور اسرائیل پر ظاہر ہونے کے دن تک جنگلوں میں رہا۔(18)

دستاویزات میں موجود سماجی ضابطہ (Manual Of Discipline) میں درج ہے

When such things come to pass in the community of Israel, the men of Israel should remove themselves from the society of wicked men in order to go into the Desert and there prepare the

way, as it is written: 'Prepare ye the way of the Lord, make straight in the wilderness the paths of our God,'" (19)

انجیل لوقا کا مذکورہ اقتباس حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حالات زندگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آپؑ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام کسی نامعلوم صحرائی مقام میں گزارے تھے۔ مذکورہ صدر اقتباس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اسینیوں کے معاشرے ہی میں اپنی زندگی کے ابتدائی ایام گزارے ہوں گے۔ کیونکہ اُس دور میں یہودیوں کا کوئی بھی گروہ صحرا نشینی کی طرف مائل نہ تھا، سوائے اسینیوں کے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام مذہبی پیشواؤں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام حضرت زکریا علیہ السلام اور والدہ کا نام الیشبع علیہا السلام تھا(20)۔ قمران کے رہائشی اس متشدد مذہبی گروہ کا تعلق بھی مذہبی پیشواؤں کے خاندان سے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان دستاویزات میں اُن کے لیے the sons of Zadok کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔(21) ان کے اس خاندانی تعلق اور تفوق کی وجہ سے یہ گروہ یہودیوں کے دوسرے فرقے فریسیوں سے بہت مختلف تھے(22)۔ گویا یہ خاندانی تعلق بھی اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور قمرانی اسینیوں میں بہت قریبی تعلق موجود رہا ہوگا۔

ایک اَور اہم قدر مشترک رسم بپتسمہ یا اصطباغ بھی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ایک وجہ شہرت بپتسمہ کی ادائیگی کا شرف ہے۔ اسینیوں کی تعلیمات میں بھی اس رسم کو خصوصی درجہ حاصل ہے۔

When we read in the Rule of the Community that the man who is impure and rebellious in heart cannot hope to be cleansed by ritual washing in water, we are reminded of Josephus' statement that John "taught that baptism would be regarded as acceptable by God provided that they underwent it not to procure pardon for certain sins but with a view to the purification of the body when once the soul had been purified by righteousness." Josephus' statement differs, in emphasis at least, from the New Testament description of John's baptism as "a baptism of repentance for the remission of sins." (23)

پہلی صدی مسیحی کے مؤرخین نے اسینیوں کی تعلیمات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ گروہ عورتوں میں رغبت نہیں رکھتا تھا۔ حیرت انگیز طور پر قرآن بھی اس تصور کی تصدیق کرتا ہے۔ سورہ آل عمران میں درج ہے کہ

فنادتہُ الملا ئِکۃُ و ھو قائم " یُصلی فی المحرابِ أنَّ اللہَ یُبشرکَ بیحییٰ مُصدقاً بکلمۃ من اللہِ و سیّداً و حصُوراً و نبیّاً من الصّا لحینَ(24)

مذکورہ بالا آیت میں لفظ" حصورا" بہت اہمیت کا حامل ہے۔قرآن کی یہ اصطلاح بائبل میں مذکور بیانات کی تصدیق کرتی ہے۔ مشہور عربی لغت Lane's Lexicon میں اس لفظ کی وضاحت درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

حصورا One who has no sexual intercourse with women, though able to have it, abstaining from them from a motive of chastity, and for the sake of shunning wordly pleasure; or who is prevented from having it, ... In the Kur [iii.34], applied to John the Baptist. (25)

مفردات القرآن میں مذکور ہے:

وقولہ عزوجل: (وسیداًو حصوراً) فالحصورُالذی لا یأتی النساءِ اِما من العُنّۃِ و اِما من العفَّۃ، و الاجتھادِ فی ازالِۃاشھوۃِ. و الثانی اَظھرُ فی الآیۃِ لاَنَّ بذٰلک یستحقُ المحمدۃَ. (26)

مفردات القرآن کے اردو ترجمے میں یہی مضمون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:

وسیداًوّحصوراً(۳۹:۲) ''اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے رغبت کرنے والے نہ ہوں گے'' میں حصوراً کے معنی عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے کے ہیں، خواہ نامردی کی وجہ سے ہو اور خواہ عفت اور شہوت میں مجاہدہ اور ریاضت کی بنا پر مگر یہاں دوسرے معنی زیادہ مناسب ہیں کیوں کہ یہ لفظ اِن (یحییٰ[علیہ السلام]) کے لیے بطور مدح کے استعمال ہوا ہے۔(27)

متعدد اہل علم کی رائے ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور اسینیوں کے مابین گہرا ربط تھا۔یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اس فرقے کے مابین رہ کر گزارے۔مسیحیت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مقام بہت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام سے متعلق یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اسینیوں کے ساتھ گزارا تھا تو یقیناً اسینی عقائد کی تشکیل و تنظیم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کردار نا قابل نظر انداز ہوگا۔حضرت مسیح علیہ السلام کو بپتسمہ دینے والی شخصیت بھی حضرت یحییٰ علیہ السلام ہی تھے۔ مسیحیت میں بپتسمہ کی رسم سب سے کلیدی رسم قرار دی جاتی ہے۔اور کسی بھی فرد کے لیے مسیحیت میں شمولیت کی یہ ایک لازمی شرط ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بپتسمہ کی رسم کی ادائیگی کے بعد ہی اپنی دعوت کا باقاعدہ آغاز کیا تھا۔ انھی مشترک نِکات کے باوصف متعدد علما رائے دیتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایسی شخصیت ہیں جن کا تعلق اِن دونوں فرقوں سے ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ ایک گروہ کی تعلیمات دوسرے گروہ تک منتقل کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہوگا۔(28)

٦۔ معلم رُشد وہدایت (Teacher of Righteousness)

دستاویزات بحیرہ مردار میں شامل قمرانی تحریروں میں ایک اہم شخصیت کا تذکرہ موجود ہے۔ دستاویزات میں اس شخصیت کے لیے عبرانی زبان میں moreh ha-tsedek (معلم رُشدوہدایت Teacher of Righteousness) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔(29) دستاویزات کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ اسینوں کے اس معاشرے(30) کو معلم رشدوہدایت ہی نے منظم کیا۔ دستاویزات میں معلم رشد کے دشمن کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ جسے عبرانی میں ha-kohen ha-rasha(Wicked Priest یا فاسق کاہن) کے نام سے یاد کیا گیا ہے؛ (1QpHab viii.8; ix.9; xi.4.)۔(31) فاسق کاہن کے لیے دیگر کئی نام بھی دستاویزات میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً "the priest who rebelled" (1QpHab viii.16)(32)؛ اور "the Liar" (1QpHab x.9.)۔(33)

معلم رشدوہدایت کی شناخت کے لیے متعدد افراد کے نام گنوائے جاتے ہیں۔ بعض علما کی رائے میں یہ معلم Onias III تھا، جبکہ بعض حضرت یحییٰ علیہ السلام کو معلم رشدوہدایت کہتے ہیں۔ اسی طرح اس اصطلاح کا اطلاق حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے رفیق جیمز پہ بھی منطبق کرتے ہیں۔ لیکن دستاویزات کی جدید تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ معلم رشد کا تذکرہ جس دستاویز میں آخری مرتبہ درج ہوا ہے، وہ تحریر حضرت مسیح علیہ السلام سے قریباً ڈیڑھ صدی قبل کی ہے۔ (34)

قمرانی دستاویزات کے علوم کے ماہرین Eisenman اور Michael Wise کے بقول معلم رشدوہدایت دراصل جیمز کو کہا جاتا تھا۔ جیمز اہل یہود کے ایک جنگجو گروہ Zealots کے سربراہ تھے۔ انھوں نے 70ء میں یروشلم پر رومی حملے کے خلاف مزاحمتی کردار ادا کیا تھا۔ Eisenman اور Wise کے بقول پولس (Saint Paul) وہ شخصیت ہے جسے دستاویزات میں فاسق کاہن یا Wicked Priest کہا گیا ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ پولس نے بھی قمران میں قریباً تین سال بسر کیے تھے۔(35)

علاوہ ازیں یروشیلم کے کاہن اعظم "Anana" کو بھی فاسق کاہن یا Wicked Priest کہا گیا ہے۔اس شخصیت کا تذکرہ عہد نامہ جدید میں بھی موجود ہے۔ (36) نسبتاً کم مقبول رائے یہ بھی ہے کہ معلم رشدوہدایت اور فاسق کاہن مکاشفاتی شخصیات ہیں۔اور قربِ قیامت میں ظہور پذیر ہوں گی۔(37)

حیرت کی بات یہ ہے کہ جوزیفس نے فریسیوں اور صدوقیوں کی نسبت اسینیوں کا تذکرہ زیادہ تفصیل سے کیا ہے۔لیکن اس تفصیلی تذکرے میں معلم رشدوہدایت کے حوالے سے کوئی اشارہ تک موجود نہیں۔اس کے برعکس عہد جدید میں فریسیوں اور صدوقیوں کا ذکر بتفصیل مذکور ہے تاہم اسینیوں یا معلم رشدوہدایت اور فاسق کاہن سے متعلق خفیف سا اشارہ بھی نہیں ملتا۔یہ معمہ تاہنوز لاینحل ہے۔امید کی جاتی ہے کہ مستقبل میں کسی نئی تحقیق یا دریافت کے نتیجے میں اس گتھی کو سلجھانے میں مدد ملے گی۔

مذکورہ بالا تمام حقائق اسینیوں اور مسیحیوں کے مابین مشترک خصوصیت تو بیان کرتے ہیں البتہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرلینا مشکل ہے کہ مسیحیت مکمل طور پر اسینیت ہی سے ماخوذ ہے۔یہودیت میں اسینیوں کے علاوہ دیگر فرقے بھی موجود تھے جن میں ایسی رسومات رائج تھیں جنھیں اسینیوں نے مرکزی حیثیت بنایا ہوا تھا۔مثلاً مشترک کھانے کی رسم یا دو مسیحاؤں کا انتظار۔ہم جانتے ہیں کہ مسیحی افراد صرف حضرت مسیح علیہ السلام ہی کو مسیحا اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ہم یہ بات تو وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اسینیت کے اثرات مسیحیت پر مرتب ہوئے ہوں گے تاہم یہ کہنا محال ہے کہ اسینیت ہی دراصل مسیحیت کی بنیاد بنی۔

❀❀❀❀❀

حوالہ جات

1۔ بحیرۂ مردار کے شمال مغربی کنارے میں موجود قدرتی غاروں سے مٹی کے مرتبانوں میں محفوظ کیے گئے طوامیر 1947ء میں دریافت ہوئے۔ Carbon-14 Dating کے ذریعے اِن طوامیر کی تاریخ تحریر قریباً تیسری صدی ق م تا پہلی صدی مسیحی کے درمیان بیان کی جاتی ہے۔ اِن طوامیر کو بحیرۂ مردار کی نسبت سے Dead Sea Scrolls یا دستاویزاتِ بحیرۂ مردار کا نام دیا گیا ہے۔ اس علاقے کا نام قمران ہے۔ انھی غاروں کے قریب ہی کھنڈرات کے نشانات بھی دریافت ہوئے ہیں۔ ان کھنڈرات کو یہاں کے مقامی عرب خربۃ قمران کہتے ہیں۔ ان دستاویزات کو قمران کی لائبریری کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ یہاں موجود گیارہ غاروں سے قریباً نو سو (900) دستاویزات دستیاب ہوئی ہیں۔ قمران کے علاوہ وادئ مربعات اور مسادا وغیرہ سے بھی چند دستاویزات دریافت ہوئیں۔ انھیں بھی دستاویزاتِ بحیرۂ مردار ہی میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ اِن کی اہمیت کی اصل وجہ اِن دستاویزات میں موجود عبرانی زبان میں تحریر کردہ عہد نامہ قدیم کی قریباً تمام کتب کی موجودگی تھی۔ علاوہ ازیں پہلی صدی مسیحی کے ایک یہودی فرقے کی مخصوص تعلیمات پر مبنی تحریریں بھی ان طوامیر میں محفوظ کی گئی تھیں۔

[☆**Miller Burrows, *Dead Sea Scrolls*, 12-25;**

☆ ***Encyclopedia of the Dead Sea Scrolls*, s.v. "Discovery and Purchase," by Westen W. Fields, 1:211;**

☆***Encyclopedia Judaica*, s.v. "Qumran," by Frederich Bruce, 2:365;**

☆**P. R. Davies, *Qumran*, Lutherworth Press, 1982]**

2. ***The Standard Jewish Encyclopdeia***, Ed. Cecil Roth (London: W. H. Allen, 1959), 1820-21.
3. F. F. Bruce, ***Second Thought on the Dead Sea Scrolls*** (Michigan: W. M. B. Eerdmans Pub. Co., 1956), 123.
4. Ibid.
5. ***Britannica Encyclopedia of World Religions*** (Encyclopedia Britannica Inc., 2006), 235.
6. Jorg Frey, "The Impact of the Dead Sea SCrolls in the New Testament Interpretation", ***The Bible and the Dead Sea Scrolls,*** vol 3 (Texas: Baylor Univ Press, 2006), 421.

7۔ انجیل متی ۱۶:۶ـ۱۱؛ ۲۳:۲۶؛ ۳:۷؛ انجیل لوقا ۷:۳۰؛ ۱۵:۲؛ ۱۶:۱۴ـ

8۔ انجیل متی ۵:۱۷؛ انجیل لوقا ۲:۲۲؛ انجیل یوحنا ۱:۱۵؛ ۷:۱۹، ۲۳؛ ۸:۵۔

9۔ متی ۱۵:۲۴

10۔ متی ۱۰:۶

11. W. D. Davies, ***Christian Origins and Judaism*** (London: Darton, Longman & Todd, 1962), 107.

12. Florentino G. Martinez, ***The Dead Sea Scrolls Translated*** [CD ROM], 395-410.

13. W. D. Davies, ***Christian Origins and Judaism***, 113.

14. W. D. Davies, ***Christian Origins and Judaism***, 107.

15۔ مکاشفاتی ادب سے مراد ایسی تحریریں ہیں جن میں قربِ قیامت میں خیر و شر کی طاقتوں کے درمیان حتمی جنگ اور اس کے نتیجے میں خیر کی سرپرستی میں حاکمیت کے قیام کے واقعات درج ہیں۔
[***HarperCollins Bible Dictionary***, Ed. Paul J. Achtemeir (HarperCollins, 1996), 40.]

16. F. M. Cross, **Ancient Library,** 200.

17. Ibid. 207-08.

18۔ انجیل لوقا ۱:۷۹۔۸۰

19. Florentino G. Martinez, ***The Dead Sea Scrolls Translated***,401.

20۔ انجیل لوقا ۱:۵

21۔ Zadok حضرت سلیمان علیہ السلام کے دورِ حکمرانی میں سب سے بڑے مذہبی پیشوا کا نام تھا۔ (۱۔سلاطین ۱:۳۹۔۴۵)

22. Jean Danielou, ***The Dead Sea Scrolls and Primitive Christianity,*** Tr. Savator Attanasio, 18.

23. F. F. Bruce, ***Second Thoughts***, 129.

24۔ آل عمران ۳:۳۹

25. ***Arabic-English Lexicon***, E. W. Lane (Cambridge: The Islamic Text Society, 1984), 1:583.

26۔ ابی القاسم الحسین راغب الاصفہانی، المفردات القرآن فی غریب القرآن، المطبعۃ المیمنۃ بمصر، ۱۳۲۴ء، ص ۱۲۰۔

27۔ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، مترجم،

28. James H. Charlesworth, " John the Baptizer and the Dead Sea Scrolls", ***The Bible and the Dead Sea Scrolls***, Vol 3 (Texas:

Baylor University Press, 2006) 13-14.

29. 1QpHab v.10. (Florentino G. Martinez *The Dead Sea Scrolls Translated*, 394.)

☆ قمران کے گیارہ غاروں سے یہ دستاویزات مٹی کے مرتبانوں میں طوامیر کی صورت محفوظ کیے گئے تھے۔ان گیارہ غاروں کی مناسبت سے ہر غار سے ملنے والے ان دستاویزات کو بالترتیب 1Q, 2Q, 3Q,....11Q کا کوڈ دیا گیا ہے۔مثال کے طور پر ترتیب میں دریافت ہونے والے چوتھے غار سے دستیاب ہونے والے کتاب یسعیاہ پر مشتمل طومار کو 4QIsa کا کوڈ تفویض کیا گیا ہے۔

30- اسینی اپنے اس مخصوص معاشرے کے لیے عبرانی زبان میں Yahad کا لفظ استعمال کرتے تھے۔

31. Florentino G. Martinez *The Dead Sea Scrolls Translated*, 407; ***Encyclopedia of the Dead Sea Scrolls*** s.v. 'Wicked Priest' by Timothy H. Lim, 2:975.

32. Ibid, 411; ***Encyclopedia of the Dead Sea Scrolls*** s.v. 'Wicked Priest' by Timothy H. Lim, 2:977.

33. Ibid, 413; ***Encyclopedia of the Dead Sea Scrolls*** s.v. 'Wicked Priest' by Timothy H. Lim, 2:979.

34. ***Encyclopedia of the Dead Sea Scrolls*** s.v. 'Wicked Priest' by Timothy H. Lim, 2:974.

35. Robert H. Eisenman & Michael Wise ***The Dead Sea Scrolls Uncovered*** (Element G. B., 19920), 34.

36. Hershal Shanks, 'Is the Vatican Suppressing the Dead Sea Scrolls?,' in ***Bible Archaelogy Journal*** Sep/Oct 1993, retrieved from www.bar.org.

37. Ben Zion Wacholder, 'Who was Teacher of Righteousness' ***Journal of Biblical Archaeology*** retrieved from www.bib-arc.org/deadseascroll.http.